(۹۵)

جلسہ سالانہ صداقتِ مسیح موعود کا عظیم نشان ہے

(فرمودہ ۳۱۔دسمبر ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پچھلے دنوں میں قدیم طریق کے ماتحت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت قائم فرمائی تھی ہماری جماعت کے لوگ قادیان میں آئے اور پھر ان میں سے بہت سے چلے بھی گئے۔ یہ اجتماع بھی خدا تعالیٰ کی قدرت، طاقت اور حکمتوں کا نمونہ ہوتا ہے اور ہوا۔

بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو شاید دل میں یہ کہہ دیں کہ یہ اجتماع تو ہر سال ہی ہوا کرتا ہے۔ یہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں،اس لئے یہ کوئی خاص بات نہیں۔اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے ایسے لوگوں نے بہت سی باتوں پر توجہ نہ کی ہو مگر میں کہتا ہوں یہ سچ ہے کہ یہ اجتماع ہر سال ہوتا ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح جسم کو ہر دن بلکہ دن میں دو دفعہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بھی ہر روز اور ہر وقت غذا کی ضرورت رہتی ہے۔اور جس طرح وہ انسان جو دنیا کے پھندوں میں پھنسے ہوتے ہیں ہر وقت کھانے پینے کی فکر رکھتے ہیں تا کہ اپنے جسم کو قائم رکھیں اسی طرح ان لوگوں کیلئے جو اپنی روح کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں ضروری ہے کہ وہ روحانی غذا کے حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہیں اور ہر بات اور ہر واقعہ سے روحانی غذا حاصل کریں کیونکہ جس طرح جسم کو غذا نہ ملے تو سوکھ جاتا ہے اسی طرح جب روح کو بھی غذا نہیں ملتی تو وہ بھی سوکھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی روح کو ہمیشہ غذا نہیں دیتے بلکہ ایک دفعہ دے کر سمجھ لیتے ہیں کہ بس

یہی کافی ہے ان کی روح مردہ ہو جاتی ہے اور وہ آخر میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے یہ کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ ایک شخص درخت لگائے اور اس کو ایک دفعہ پانی دے کر چھوڑ دے۔ بلکہ جب بھی ضرورت دیکھتا ہے پانی دیتا ہے اگر پانی دینا چھوڑ دے تو درخت سوکھ جاتا ہے اور کارآمد نہیں رہتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنے دل میں ایمان کا درخت لگاتا ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو حکمت اور معرفت کا پانی آتا ہے اسے دیتا رہے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو ایک دن اس کے ایمان کا درخت سوکھ جائے گا۔ پس یہ بات بہت ضروری ہے کہ ہر ایک وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا نشان ہو اس پر انسان کو غور اور فکر کرنا چاہیئے کہ مجھے اس سے کیا روحانی غذا ملتی ہے۔

دنیا میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو اندھے ہوتے ہیں اور ایک وہ جو سوجاکھے۔ اندھے وہ ہوتے ہیں جو اپنے رستہ کی اور ارد گرد چیزوں کو دیکھ نہیں سکتے اور سوجاکھے وہ جو دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح روحانیت میں بھی اندھے اور سوجاکھے ہوتے ہیں یعنی اندھے وہ جو روحانیت کے سامان اور نشانات ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے اور ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ دنیا میں بھی انہیں لوگوں کو اندھا کہا جاتا ہے جو چیزوں کے موجود ہونے کے باوجود نہ دیکھیں۔ اور اگر کوئی چیز ہی نہ ہو تو اس کے نہ دیکھنے والے کو اندھا نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی روحانی ترقی کے سامان آتے ہیں تو جو لوگ انہیں نہیں دیکھتے اور ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ اندھے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے منکروں کو اندھوں سے مشابہ قرار دیا گیا ہے اور ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ جب تک دنیا میں نبی کے ذریعہ روحانیت کے سامان مہیا نہیں کئے جاتے اس وقت تک باوجود ہزاروں بدیوں اور بُرائیوں کے کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگتا۔ لیکن جب نبی آجاتا ہے تو اس کے نہ ماننے والے خواہ اپنے خیال میں کتنے ہی اچھے کام کرتے ہوں، کافر بن جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئے تو مسیحی جو کچھ پہلے کرتے تھے وہی آپ کے آنے کے وقت بھی کرتے رہے۔ لیکن جب تک آپ نہیں آئے تھے یہی مسیحی دنیا کے مصلح تھے لیکن آپؐ کے آنے کے بعد ان پر کفر کا فتویٰ لگ گیا کیوں؟ اسی لئے کہ پہلے ان کیلئے روشنی نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پَیدا کرنے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع ان کی آنکھوں سے مستور تھے اس لئے اگر وہ خدا کی معرفت حاصل نہیں کر سکے تو کافر نہ ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے نشان

مٹ گئے تھے اور ان پر پردہ پڑ چکا تھا۔لیکن جونہی آنحضرت ﷺ آئے کچھ لوگ اندھے ہو گئے اور کچھ سوجاکھے یعنی جنہوں نے خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر آپؐ کو قبول کر لیا وہ سوجاکھے ہو گئے اور جنہوں نے ان نشانات سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور ان کی طرف توجہ نہ کی وہ اندھے ہو گئے اور ایسا آپ کی آمد کے ساتھ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا [۱] بہتوں کو گمراہ بھی کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بھی دیتا ہے کیونکہ جب تک قرآن شریف نہ آیا تھا کوئی گمراہ کس طرح کہلا سکتا تھے گمراہ تو وہ ہوتا ہے جو راستہ سے بھٹکا ہوا ہو لیکن جب راستہ ہی نہ ہو تو گمراہ کیسا؟ لوگوں نے اس آیت سے دھوکا کھایا ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ قرآن شریف میں ایسی باتیں بھی ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں بلکہ یہ ہیں کہ قرآن شریف سے پہلے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ مٹ چکا تھا اس لئے کوئی گمراہ کیسے کہلا سکتا تھا لیکن جب قرآن نے آکر راستہ دکھلایا تو پھر جو اس پر نہ چلا وہ گمراہ ہو گیا۔ پہلے تو ہدایت تھی ہی نہیں لوگ جانوروں کی طرح تھے اس لئے وہ گمراہ نہ کہلا سکتے تھے، ہاں جب قرآن شریف کے ذریعہ ہدایت آئی تو اس وقت وہ گمراہ قرار دیئے گئے۔تو اندھے وہ ہوتے ہیں جو باوجود کسی چیز کے موجود ہونے کے نہ دیکھیں اور سوجاکھے وہ جو خدا تعالیٰ کی معرفت کی باتوں کو دیکھ لیں۔ ہمارے سامنے بھی خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے نظارے اور نشان موجود ہیں۔

جلسہ سالانہ بھی ایک بہت بڑا نشان ہے جو ہر سال ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دیکھو خدا کی راستباز جماعت کس طرح اٹھتی اور کامیاب ہوتی ہے اور اس کے مخالف کس طرح ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔اس میں شک نہیں کہ قادیان میں ہر وقت ہی جلسہ ہوتا ہے اور ہر وقت ہی لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔پھر یہاں کچھ ہندوستان کے، کچھ پنجاب کے، کچھ افغانستان کے، کچھ بنگال کے، کچھ یورپ کے، کچھ عرب وغیرہ کے لوگ رہتے ہیں جو ہماری صداقت کی دلیل ہیں لیکن سالانہ اجتماع سے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نتائج حاصل ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ جو کوئی خدا کیلئے کھڑا ہوتا ہے خدا اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔اور انسان اور خدا تعالیٰ کے کاموں میں یہی فرق ہے کہ ایک انسان کوئی کام کرتا ہے اور بعض دفعہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔مگر اس کی کامیابی اس کی زندگی تک ہی محدود ہوتی ہے۔لیکن خدا جو کام کرتا ہے

وہ اس انسان کے مرنے کے بعد بھی جس کے ذریعہ اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے زندہ رہتا ہے، وہ انسان مر جاتا ہے لیکن وہ کام نہیں مرتا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر بہت سے لوگ تھے جنہوں نے کہہ دیا تھا کہ اب یہ سلسلہ مٹ جائے گا۔ کیونکہ جس کے سہارے چل رہا تھا وہ مر گیا ہے لیکن ہم نے انہیں کہا تھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ جس کے سہارے یہ سلسلہ چل رہا تھا وہ مر گیا ہے، وہ نہیں مرا اور نہ مر سکتا ہے۔ چنانچہ ان کو پتہ لگ گیا کہ واقعی ہم نے جو کچھ کہا تھا غلط کہا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ مولوی نورالدین کے ذریعہ چل رہا ہے یہ بڑے عالم اور فاضل ہیں، مرزا صاحب کو بھی یہی کتابیں لکھ کر دیا کرتے تھے، اس لئے اب ان کے سہارے یہ کھڑا ہے۔ لیکن ایک وقت آیا جبکہ مولوی صاحب بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تو مخالفوں نے سمجھ لیا کہ اب احمدی مر گئے۔ چنانچہ بہت سی جگہوں سے اس قسم کے خط آئے خدا تعالیٰ کبھی حق کے مخالفین کو تھوڑے عرصہ کیلئے خوش بھی ہونے دیتا ہے جیسا کہ جنگ احد کے وقت مسلمانوں کی بظاہر شکست دیکھ کر کفار خوش ہوئے تھے یا جس طرح حدیبیہ کا واقعہ ہوا تھا۔ تو مولوی صاحب ؓ کی وفات بھی جنگ احد اور صلح حدیبیہ کی طرح سمجھ لو اس لئے مخالفین نے سمجھا کہ اب یہ گئے۔

پھر یہ بھی ہوا کہ ہم میں سے کچھ آدمی مرتد بھی ہو گئے جن کا ارتداد یہ نہ تھا کہ انہوں نے سلسلہ کا انکار کر دیا بلکہ یہ کہ سلسلہ کی طاقت کو توڑنا چاہا اور عملاً ان باتوں کو روکنا چاہا جو حضرت مسیح موعود نے اپنے متبعین کیلئے فرض قرار دی تھیں۔ دشمن ان کی برگشتگی سے خوش ہو گئے کیونکہ وہ سمجھے بیٹھے تھے کہ مولوی نورالدین صاحب اس سلسلہ کی دیواریں ہیں اور یہ لوگ تھمیاں۔ لیکن وہ جس کو دیواریں سمجھتے تھے وہ گر گئیں اور جن کو ستون سمجھتے تھے وہ ٹوٹ گئے لیکن چھت ایک انچ بھی نیچے نہ آئی بلکہ اور اونچی اٹھی جو اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ یہ سلسلہ کوئی نظر آنے والے اسباب کے ذریعہ نہیں چل رہا بلکہ ایسے اسباب پر چل رہا ہے جو نظر نہیں آتے۔ کیونکہ نظر آنے والے ہٹتے جاتے ہیں مگر سلسلہ کو ذرا بھی جُنبش نہیں ہوتی بلکہ اور مضبوط ہوتا ہے۔ جس کا ایک ثبوت جلسہ سالانہ سے مل سکتا ہے تو ہر ایک جلسہ ایمانوں کو تازہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کو ملاحظہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں بڑی کمزوریاں ہیں، ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو تبلیغ پہلوں نے کی تھی وہ ابھی ہم نے نہیں کی اور یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جو قربانیاں پہلوں نے کی

تھیں وہ ہم نے نہیں کیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک غیبی طاقت کے ذریعہ لوگ ہماری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ مخالفانِ اسلام کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت کون کسی کو مجبور کر رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آزاد اور متکبر لوگ جو کسی کے آگے اپنی گردنیں نہیں جھکاتے جب ان کی اصلاح کا وقت آتا ہے تو بے اختیار قادیان کی طرف بھاگے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا تعالیٰ نے ایک نظارہ دکھایا تو انہوں نے کہا کہ الٰہی! میری تسلی کیلئے یہ فرمایئے کہ مُردہ قومیں کیونکر زندہ ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ تو آسان بات ہے۔ چار جانور لو اور ان کو سدھا لو۔ پھر انہیں الگ الگ پہاڑ پر رکھ دو پھر آواز دو۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے آئیں گے ۲؎ ۔ یہی طریق قوموں کے زندہ کرنے کا ہمارا ہے۔ جب تم نے جن جانوروں کو تھوڑے دن دانے ڈالے وہ تمہارے بلانے پر دوڑتے آتے ہیں تو پھر وہ انسان جس کو ہم نے پَیدا کیا ہے اس کو جب ہم آواز دیں گے تو کیوں نہ آئے گا تو اس طرح قلوب کا ایک طرف جھک جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسی کی طرف سے تحریک ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگ دھوکے میں آ کر کسی کی طرف جھک جائیں۔ جس طرح جانور بھی دھوکا کی وجہ سے شکاری کے جال میں جا پھنستا ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں صاف اور بیّن فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دھوکہ خوردہ انسان دھوکہ خوردہ پرندہ کی طرح حیران اور سرگردان نظر آتا ہے۔ لیکن جس نے دھوکہ نہ کھایا ہو وہ مطمئن اور تسکین یافتہ ہوتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں یہ کشش ہونا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ان کے پیدا کرنے اور پالنے والے کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ اس سے اطمینان اور سکینت پاتے ہیں۔

غرض یا تو وہ دن تھا کہ مولویوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مرزا کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) نابود کر دینا چاہیئے اور ایک ۳؎ نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا ہے اور میں ہی گھٹاؤں گا۔ مگر جس کو خدا بڑھائے اسے کون گھٹا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے بڑھایا اور بڑھا رہا ہے ان کے مخالفین کے دلوں پر ہر سال ایک زخم لگتا ہے، یوں تو ہر روز ہی زخم کھاتے ہیں مگر ہر سال جلسہ کی وجہ سے تو بڑا کاری زخم لگتا ہے۔ اسی سال دیکھ لو پچھلے سالوں کی نسبت بہت لوگ آئے ہیں جن کے اخلاص پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور بہت سوں نے بیعت کی ہے۔ ہمارے مخالفین اس حیرت اور حیرانی

میں ہیں کہ اتنے لوگ کہاں سے آجاتے ہیں مگر یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور ہمارے لئے ایک آنے والا انسان سبق۔ مگر دانا وہی ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے بہت ہوتے ہیں جو کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ مومن کو چاہیئے کہ کبھی اندھا ہو کر نہ بیٹھے بلکہ ہر ایک بات سے نتیجہ نکالتا رہے۔ اور بجائے اس کے کہ واقعات کو بطور تماشہ دیکھے اپنی روح کیلئے غذا مہیا کرے کیونکہ اگر روح کو غذا نہ دی جائے تو وہ سوکھ جاتی اور مردہ ہو جاتی ہے۔ غرض جلسہ سالانہ میں بہت سی روحانی غذا ہے۔ خدا تعالیٰ جن کو موقع دے گا وہ دیکھیں گے اور پھر دیکھیں گے اور نسلاً بعد نسلٍ دیکھیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ کے سلسلوں کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم ایسی مضبوط چٹان پر کھڑے ہیں کہ ہمیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہمارے دشمنوں کے پاس مال و دولت ہمت و طاقت کیا ہم سے زیادہ نہیں تھی؟ ضرور تھی لیکن خدا تعالیٰ کا ہم پر بہت ہی فضل ہوا کہ اس نے ہمیں اس بات کی توفیق دی ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو احسان جتلاتے ہیں کہ ہم نے خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیا لیکن وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ ان کا کسی پر احسان نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہوتا ہے کہ انہیں حق کے قبول کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ تو بہت سے لوگ ایسے تھے جو ہم سے مال و دولت عزت و رتبہ میں بہت ہی زیادہ تھے لیکن انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے قبول کرنے کی توفیق نہ ملی۔ پس ہمیں اپنی کسی کوشش اور محنت پر ناز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ہماری کیا کوششیں ہیں۔ ہم تو اپنی کوششوں کو جب خدا تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کے مقابلہ میں لاتے ہیں تو شرمندہ ہو جاتے ہیں اور یہی منہ سے نکلتا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں۔ لوگ کہتے احمدی بڑی دین کی خدمت کر رہے ہیں لیکن اصل میں احمدی نہیں بلکہ خدا ہی کر رہا ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ ان میں بڑا جوش ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہم میں یہ جوش کہاں سے آیا۔ وہیں سے کہ ہمارے پیچھے پیٹھ بھرنے والا موجود ہے جو کہ بھر رہا ہے اور یہ سب فضل ہی فضل ہے۔ میں نے کسی بات پر کہا تھا کہ خدا کے فضل اور کرم سے ہمیں اس قدر کامیابی ہوئی ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا ہے کہ خدا کا فضل کیا ہوتا ہے۔ دیکھو مَیں نے بازو کے زور سے تیس ہزار روپیہ چند دنوں میں جمع کر لیا ہے۔ لیکن مَیں پھر یہی کہتا ہوں کہ ہمیں جو کچھ بھی کامیابی ہوئی ہے خدا کے فضل سے ہوئی ہے۔ اس کہنے والے کا بازو فانی ہے جو ایک دن فنا ہو کر رہے گا۔ اور ہم دیکھیں گے کہ اس

دعویٰ کے بعد وہ کس قدر کماتا اور روپے جمع کرتا ہے اور کس قدر اسے کامیابی ہوتی ہے۔اس نے تو آج سے پہلے جو کچھ دیکھا ہے وہی اس کے سبق کیلئے کافی تھا کیونکہ ایک وہ وقت تھا جبکہ یہ لوگ جماعت میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے، لوگ ان کیلئے جانیں قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔لیکن جب انہوں نے گھمنڈ کیا اور کہا کہ ہم نے یہ خدمتیں کی ہیں، ہمارا سلسلہ پر یہ احسان ہے تو خدا تعالیٰ نے ان کو نکال کر باہر کر دیا اور کہا کہ احسان تو ہمارا تم پر تھا۔لیکن تم نے گھمنڈ کیا اور اُلٹا ہم پر احسان جتلایا اس لئے جاؤ دور ہو جاؤ۔اس خودسری اور گھمنڈ کی وجہ سے وہ جماعت سے نکلے تھے لیکن وہ پھر بھی نہیں سمجھتے۔

نادان انسان کہتا ہے کہ مَیں ہی سب کچھ کرتا ہوں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں کرتا۔اور انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام کامیابیاں اور نصرتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ آپ کی نجات اعمال سے ہوگی۔تو آپ نے فرمایا۔نہیں خدا کے فضل سے ہوگی ۵؎ ۔پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نجات فضل سے ہوگی تو اور کون ہے جو اپنے اعمال پر بھروسہ رکھ سکے۔اگر کوئی اعمال کرتا ہے تو وہ بھی خدا کے فضل اور توفیق سے کرتا ہے۔پس تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اس سالانہ جلسہ کے نظارہ کو دیکھ کر گھمنڈ میں نہ آجانا کہ یہ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔یہ کسی کی کوشش کا نتیجہ نہیں نہ میری کا نہ تمہاری کا۔پس کوئی گھمنڈ نہ کرنا بلکہ یہی کہنا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اور بڑائیاں خدا ہی کیلئے ہیں کہ جس نے ہمیں توفیق دی اور اتنا بڑا فضل کیا۔باوجود یہ کہ ہم کمزور تھے مگر اس نے ہماری مدد کی۔کیونکہ وہ الرّحمٰن ہے۔اپنے فضل سے آپ ہی سامان دیتا ہے اور جب انسان ان کو استعمال کرتا ہے اور اس کے آگے سر جھکاتا ہے تو چونکہ وہ رَحِیْم ہے اس لئے اس کی رحیمیت جوش میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ آؤ میں تمہیں بدلہ دوں۔پس کام کا بدلہ مل جاتا ہے تو چونکہ ہر ایک کوشش اور محنت کا نتیجہ مرتّب کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس لئے کسی انسان کو اپنی کوشش پر ذرا بھی تکبر نہ کرنا چاہیئے۔پھر یہ کہنا چاہیئے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۶؎ ۔ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

انسانوں کے جمع ہونے کے دنیا میں بڑے بڑے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں لیکن ان نظاروں اور ہمارے جلسہ کے نظارے میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ وہ بندوں

کیلئے جمع ہوتے ہیں اور بندوں ہی کی خدمت کرنا اپنا مقصد قرار دیتے ہیں لیکن ہم خدا کیلئے جمع ہوتے ہیں اور خدا ہی کی عبادت کرنا اپنا مقصد رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ لیکن ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے تھے کہ ایک شخص نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ آؤ پیری مریدی کا سلسلہ چلائیں۔ وہ ایک جگہ پیر بن کر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھی لوگوں کو بُلا بُلا کر لاتے۔ اس طرح اسے اچھی آمدنی شروع ہوگئی لیکن ایک دن اسے خود ہی شرم آئی کہ میں نے خدا کا جھوٹا نام لے کر اس قدر کامیابی حاصل کر لی ہے تو اگر سچے طور پر نام لیتا تو کس قدر کامیابی ہوتی۔ یہ خیال کر کے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلا گیا لوگ اسے پکڑ پکڑ لائیں لیکن وہ بھاگتا پھرے تو جب خدا تعالیٰ کا جھوٹے طور پر نام لینے والے بھی کبھی کبھی کامیاب ہوجاتے ہیں تو پھر سچے کیوں نہ کامیاب ہوں۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوئے چار ہزار سال گزر گئے ہیں لیکن آج بھی آپ کا اسی طرح نام لوگوں کے دلوں پر نقش ہے جیسا کہ آپ کی زندگی کے وقت تھا مگر اس وقت کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ ایسا نہیں ہے جس کا کوئی نام بھی جانتا ہو۔

غرض آپ لوگوں نے دیکھا کہ ایک خدا کے عبد کے مقرر کردہ اجتماع کیلئے کس کس طرح پروانہ وار لوگ آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہو۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ [۲] ہمیں سیدھا راستہ دکھا تا کہ ہم تجھ تک پہنچ سکیں۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ تیرے مقرب بن گئے۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۸ اور ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے شامت اعمال سے سیدھا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستہ پر جائیں یا آپ ہی ہمیں چھوڑ دیں۔

غرض جلسہ کے ایام ہمارے لئے بڑے سبق کے دن ہیں۔ مبارک ہے وہ جس نے سبق حاصل کیا۔ اور افسوس ہے اس پر جس نے کچھ حاصل نہ کیا۔ خدا تعالیٰ ہم پر اور ہمارے سب بھائیوں پر فضل کرے اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں کھولے تا کہ ان عظیم الشان نشانات کو دیکھ سکیں اور ہمیں تکبر اور خود پسندی سے بچائے۔ اور اس بات کی سمجھ دے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کی توفیق سے کرتا ہے اور خود کچھ نہیں کر سکتا۔

(الفضل ۱۵۔ جنوری ۱۹۱۶ء)

۱؎ البقرۃ:۲۷ ۲؎ البقرۃ:۲۶۱

۳؎ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

۴؎ الفاتحة:۲

۵؎ بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل

۶؎ الفاتحة:۵ ۷؎ الفاتحة:۶ ۸؎ الفاتحة:۷